حیدرآباد دکن
اور
صنعت و حرفت

رشید ترابی

ہندوستان میں دکن کی سرزمین اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بہت
بلند ہے اور پھر ہمارا ملک جہاں ہم رہتے سہتے ہیں اور جس کے حدود کا تعین
اوسکو حیدرآباد دکن کے خاص نام سے موسوم کرتا ہے ۔ یہہ حصہ اللہ کی بے
نہایت اور گوناگوں نعمتوں سے مالامال ہے (۸۲۶۹۸) مربع میل کا یہہ خطہ
اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ہر معاشی صورت میں انتہائی منفعت بخش ہے
محکمہ آبپاشی سے اوس کے نہروں تالابوں اور ندیوں کے مفید استعمالوں
کو دریافت کیجے اور علم طبقات الارض کے جاننے والوں یا نظامت معدنیات
سے زمین کے اندرونی خزانوں کا پتہ چلائے جنگلات سے درختوں کی تاریخ
سنئے اور محکمہ زراعت سے یہاں کی پیداوار کو دریافت کیجئے غرض ہر چیز
یہاں کی ایک علیحدہ شعبہ سے متعلق ہے اور وہی شعبہ آپ کو پورے پورے

معلومات مہیا کریگا۔

ہم اپنی کوششوں میں کچھ ان سب سے الگ نہیں ہیں اور ہمارا مقصد اس سلسلہ سے اپنے بھائیوں کی ذہنی اصلاح اور اونکے ذہنی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی ترغیب دینا ہے۔

یوں تو ہندوستان اپنی قدامت سے مختلف صنعتوں کا گہوارہ رہا ہے تاہم ہندوستان پر فاتح حکمرانوں کے معاشی صنعتی۔ تمدنی غرض تمام بیرونی اثرات مترتب ہوتے رہے۔ یورپ کے تاریک اور غیر مہذب زمانہ میں اہل عرب اپنی ترقیوں کے اوج پر تھے۔ ملاحظہ ہو۔ جان ہومیارڈ کی کتاب "دی گریٹ کیمسٹس" یونانی تقلید کے علاوہ اونکی اپنی جدتیں مختلف علوم وفنون میں دنیا کو محو حیرت کئے ہوئے تھیں لازماً ایران اس سے متاثر ہوا اور مشرق کی طرف بڑھتا ہوا فتوحات کا سیلاب ہندوستان میں ایک نئی تہذیب کے دور کو پیدا کئے بغیر نہ رہ سکا اور یہہ وہی ہندوستان تھا جس کے متعلق ہندوستان کے صنعتی کمیشن کے رپورٹ کے الفاظ یہہ ہیں "مغربی یورپ جو آج جدید ترین مصنوعات کی ولادت گاہ تصور کیا جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا

کہ غیر مہذب اقوام وہاں آباد تھیں اور اسی دور میں ہندوستان اپنے حکمرانوں کی
دولت اور یہاں کے صنّاعوں کی اعلیٰ ترین صنعتی قابلیت کیوجہ شہرۂ آفاق تھا
اور اس کے بہت عرصہ بعد بھی مغربی تجارت کرنے والے قسمت آزماؤں کی
ہندوستانمیں پہلی مرتبہ آمد پر اس ملک کی صنعتی ترقی یورپ کے ترقی یافتہ
قوموں سے کسی صورت بھی گھٹی ہوئی نہ تھی۔ انگریز سیاحوں اور تاریخ لکھنے والوں
نے ہندوستان کے صنعتی عروج کے متعلق تاریخ اور سفر نامے لکھتے ہوئے
یہاں کے شاندار ماضی پر کافی روشنی ڈالی ہے شاہ جہاں کے دور میں "برنیئر"
نے ہندوستان کی سیاحت کی یہاں کے مصنوعات میں سونے کی جال کا کام
اور چاندی اور سونے کے تاروں کا ملبوس اور ویسے ہی طلائی شملے ریشمی
کپڑوں کی صنعتیں زردوزی اور کارچوبی کام اور دوسرے مختلف مصنوعات
کا ذکر کرتے ہوئے متحیر ہو جاتا ہے اور لکھتا ہے کہ صنعتیں اس عروج پر تھیں کہ
جس کا یقین سُننے والوں میں مشکل سے پیدا کروایا جا سکتا ہے "ٹیورنیئر"
ایک تفصیلی مقالہ میں واقعات کو یوں رقم کرتا ہے کہ خود اوسکی حیرت کا پتہ
اوسکے الفاظ دیتے ہیں تخت طاؤس کو دیکھکر وہ پریشان رہجاتا ہے کہ جواہرات

میں مور کے دُم کی قدرتی رنگ کسطرح جمع کئے گئے ۔ ریشم پر طلائی کام کئے ہوئے قالین نقروی اور طلائی دھاری دار لباس ۔ لکڑی پر اعلیٰ ترین نقش ونگار کی منبت کاری اور اسیطرح نازک صنعتوں کی ایک طولانی فہرست وہ تیار کرلیتا ہے ۔ غرض ان سیاحوں نے دیکھا کہ "سلاطین مغلیہ نے فنون لطیفہ اور یہاں کی صنعتوں کی بڑی سرپرستی کی اور حکومت نے اپنے کارخانے اور فیکٹریز قایم کیں ۔ اس کا کافی ثبوت موجود ہے کہ شمالی ہند اوس عہد میں بین الاقوامی تجارت کا مرکز رہا ۔ اور کابل اور قندھار کے راستہ یورپ کے ممالک میں یہاں کی مصنوعات فروخت ہوتی تھیں یہاں کی صنعتوں کے لئے وینس (روما) میں بھی ایک بازار تھا ۔ جہاں قسطنطینیہ کے راستہ یہہ چیزیں پہونچتی تھیں جنوبی ہند کی صنعتیں کافی عروج پر تھیں ۔ دریاء کے راستہ یہاں سے قیمتی جواہرات ریشمی کپڑا مزلین (تن زیب) سوتی کپڑے ہاتھی دانت اور آبنوس پر مختلف قسم کا کام یہاں سے باہر جاتا تھا" غرض ہندوستان کی قدیم صنعتیں فاتح اقوام کی جدتیں شمال سے اُن کے فتوحات کے ساتھ لازماً جنوب کیطرف بڑھتی ہوئی آئیں اور

پہلی مرتبہ جب دکن کی سرزمین شمالی حملہ آوروں کے بود و باش کے قابل بنی تو ہندوستان کی ساری صنعتیں پہنچ کر حیدر آباد دکن میں جمع ہو گئیں۔ یہ وہ دور تھا جب مسولی پٹم کا بندرگاہ دکن کے حکمرانوں کے زیر اقتدار تھا۔ اور اس بحری راستے سے بھی حیدر آباد دکن میں مال کی درآمد و برآمد ہوا کرتی تھی اور اس کے تعلقات نہ صرف ہندوستان کے دوسرے بندرگاہوں سے بلکہ ایران عرب اور سواحل افریقہ سے مسلّم تھے۔ اس قدیم ترین بحری راستہ کو حیدر آباد کے دارالسلطنت سے ملحق کرتے ہوئے جملہ سہولتوں کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ آج تک اس راستہ پر ہر گذرنے والے کو پختہ حاشخاہوں اور سراؤں اور مسجدوں کے کہیں پورے پورے اور کہیں ٹوٹے پھوٹے آثار ملیں گے۔ فاتحین کی نگاہیں دکن کے سطح مرتفع پر اپنے دور میں یقیناً کرم فرما رہیں مگر علاوہ اسکے دکن کی قدیم ترین تاریخ بھی یہاں کی صنعتوں کی گواہ ہے دو صدی قبل مسیح سے ایلورہ اور اجنٹہ میں بے پناہ سنگتراشی اور مجسمہ سازی تہذیب قدیم اور یہاں کی پرانی صنعتوں کا حقیقی شاہکار رہی ہے جہاں یورپ کے صورت گر سیاح محو ہو کر ہمہ تن تصویر بنجاتے ہیں۔

ہنمکنڈہ میں ہزار ستون کا مندر اور ورنگل کے قلعہ میں لاتعداد مجسمے سنگتراشی کا ایک اور بھی نمونہ ہیں ۔ ظاہر ہے کہ دنیا ، ربط و تعلق سے ترقی کرتی ہے پرانی صنعتوں میں آنے والوں کے دل و دماغ نے اور چار چاند لگا دئے اور ایرانی سنگتراشوں نے سنگ خارا پر اس کمال سے قرآن مجید کے سورہ کے سورے لکھ ڈالے جو ایک طرف خوشخطی کا لاجواب نمونہ اور دوسری طرف پتھر کو موم بنانیکی ایک بین مثال ہے ۔ قطب شاہی دور کے مساجد اور مقابر کے کتبات اس کے شاہد ہیں اور گولکنڈہ کی زمین ایسے ہزاروں کتبات کی حامل ہے ۔

اس کے علاوہ نرمل کا فولاد حیدرآباد کی بیدر ۔ ہنمکنڈہ کی اسلحہ سازی جگتیال کی چاندی کا کام ۔ مانی کنڈہ اور کول کنڈہ کی چوڑیاں ۔ اورنگ آباد کی ہمرو مشرو کمخواب ۔ ناندیڑ اور عالم پور کی دری بافی ۔ پاکھال کی صنعت ٹسر ۔ نرمل ۔ چانڈور لنگم پیٹھ وغیرہ کے دہاتی صنعتیں ورنگل میدک کریم نگر نلگنڈہ میں کپڑے کی چھپائی سنگا ریڈی اور محبوب نگر اور ورنگل کا ریشم نلگنڈہ کی ہڈی اور سینگ کی صنعت بیدر کا مشہور بدری کام اور سیب سے

زیادہ قابل ذکر حیدرآباد کی قدیم دستی صنعت پارچہ بافی ۔ یہہ ساری چیزیں حیدرآباد کو صنعتی ممالک کی فہرست میں لاکر کھڑا کر دیتی ہیں ۔

پارچہ بافی کی صنعت حیدرآباد میں ایک خاص امتیازی صورت رکھتی ہے ۔ "۱۶۰۳ء میں ایرانی سفیر سلطان قلی قطب شاہ کے دربار میں حاضر تھا اور جب وہ ۱۶۰۹ء میں ایران واپس ہوا تو یہاں سے تحفتہً کمخواب کا ایک تھان لیتا گیا بیان کیا جاتا ہے کہ اسکی تیاری میں پٹن کے کاریگروں کے پانچ سال صرف ہوئے تھے" مارکوپولو دکن کی مصنوعات کے متعلق لکھتا ہے کہ "اس مملکت میں بہترین اور نفیس قسم کے زربفت کا کپڑا بنایا جاتا ہے اور یہہ اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتوں تک ہوتا ہے ۔ حقیقت یہہ ہے کہ ان کپڑوں کے تار مکڑی کے جال کے تاروں کی مانند نظر آتے ہیں ۔ دنیا میں کوئی بادشاہ اور ملکہ ایسے نہ ہونگے جو ایسے کپڑوں کو زیب تن کر کے خوش نہ ہوں" غرض یہہ تھی ہماری صنعتی تاریخ جس کا عروج قابل ذکر اور جس کے زوال کے اسباب ناقابل بیان تصور کئے جاتے ہیں

گذشتہ ہمیشہ آیندہ سے مسلسل اور ماضی کو مستقبل کی تعمیر میں پورا دخل حاصل ہے۔

ملک کے نوجوان بے روزگار بجائے اس کے کہ اپنے زوال کا ماتم کریں فوراً وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے چھوٹی چھوٹی صنعتوں سے ایکبار پھر اپنی زندگی کو سدھارنے کی کوشش کریں۔ اونکی زندگی قوم کی زندگی ہے۔ اور اونکا اسطرح کا اقدام حکومت کو صنعتی کاروبار کیطرف اور زیادہ متوجہ کر دیگا۔

یہہ سچ ہے کہ ۱۷۶۰ء سے انگلستان کے صنعتی انقلاب نے دنیا کی صنعتوں کو متاثر کیا اور آج بھی ہمارے نوجوانوں کو یہی خیال دامن گیر ہے کہ مشینوں کے مقابل اور برقی یا بھاپ کی طاقت کے سامنے دستی اور انفرادی کوششیں نہ صرف بے سود بلکہ نقصان دہ ہیں حالانکہ یہہ غلط ہے۔ اجتماعی صورت سے جب ہر فرد صنعتی رجحانات کا حامل ہوتا ہے تو قوم پوری مجبوراً صنعت وحرفت کیطرف آگے بڑھتی ہے۔ اور ملک اپنی ضروریات کی تکمیل اپنے ہی

گھر میں کرنے لگتا ہے اور بیرونی صنعتوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

ہم نے اپنے ضروریات زندگی کو بہت آگے بڑھا لیا ہے تعیشات کی زیادتی۔ آرام طلبی۔ باپ دادا سے ملا ہوا سرمایہ۔ فیشن پرستی مغرب کی اندھی تقلید یہی وہ ساری چیزیں ہیں جس نے ہم کو ملکی صنعتوں کی سرپرستی سے ہٹا دیا۔ ہم یہہ سمجھنے لگے کہ ملک کی چھوٹی چھوٹی دستی صنعتیں مشین کی بنائی ہوئی چیزوں کے مقابل نہ تو سستی ہیں اور نہ خوش وضع۔

تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ میں اس بات کو بٹھا دیا گیا کہ ہندوستان ایک زرعی ملک ہے یہہ فقط خام پیداوار کے لئے موزوں ہے اس کو صنعتی بننے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے اسی زرعی حالت میں فرانس بھی تھا مگر اوس نے اپنے آپ کو صنعتی بنا لیا۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک سب فطرتاً زراعت سے صنعت و حرفت کیطرف حرکت کرتے ہیں۔ مگر پہلی مرتبہ اونکی کامیابی کا دار و مدار اسی امر پر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ملکی صنعتوں کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہوئے

باہر کی صنعتوں سے احتراز کرتے ہیں۔ اور ہر نقصان کو برداشت کرتے ہوئے انہی چھوٹی صنعتوں کو اپنے روایتی استعمال کا طرّہ امتیاز بناتے ہیں۔

دستی صنعتیں یقیناً مشین کے مال سے مسابقت نہیں کرسکتیں مگر دنیا کے بڑے بڑے ممالک نے بھی بیرونی صنعتوں پر "تامینی محاصل عائد کئے" ہر حکومت اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ ملک کی صنعتوں کو بیرونی مقابلہ سے بچائے امریکہ کی چھوٹی چھوٹی وفاقی ریاستوں نے اپنے ہاں کی مخصوص پیداواروں اور صنعتوں کے تحفظ کے لئے ایک دوسرے کے خلاف تامینی محاصل کی دیواریں اوٹھالی ہیں حالانکہ یہہ سب ایک ہی حکومت کے تحت ہیں مگر اس کا منشاء یہہ ہے کہ مسابقت کی زد میں اپنے یہاں کی مخصوص صنعتیں برباد ہونیسے بچ جائیں" مگر جب حکومت اپنی خاص مجبوریوں کی بناء پر اپنے کو کسی تامینی کارروائی میں مجبور سمجھ لیتی ہے تو کیا تعلیم یافتہ طبقے کا یہہ فریضہ نہیں کہ وہ اپنے روزمرہ

کے استعمال کی چیزوں میں اتنا محتاط ہو جائے کہ قطعاً اپنے ہی ملک کی اپنے ہی بھائیوں کے ہاتوں کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرے۔

وہی صنعتیں دنیاء کے تمام ملکوں میں باوجود سخت مقابلو کے مشین کی بنی ہوئی چیزوں کے دوش بدوش بازاروں میں پائی جاتی ہیں۔ اور مشینوں سے گھبرایا ہوا طبقہ بھاپ کی طاقت سے ڈرتے ہوئے انسان۔ جوق درجوق ان صنعتوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ ہمارے نوجوان شاید خود اپنی آمدنی سے بے خبر ہیں اونکے تبلانے کے لئے ہم یہاں شاہ اور کھمباٹہ کی تحقیقات "ہندوستان کی دولت اور ٹیکس کے ادائی کی قابلیت" کے عنوان پر جو انہوں نے کی ہے اُس سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان کی مجموعی زرعی آمدنی غلہ۔ شکر۔ میوے ترکاریاں۔ گرم مسالہ۔ ارنڈی۔ روئی۔ رنگ۔ کچی کھالیں

مسکرات - جڑی بوٹیاں اور چارہ وغیرہ غرض اسی قسم کے اکثر اجناس کی قیمت ملاکر (۲۱۵۶) کروڑ روپیہ ہوتی ہے - اور جنگلات اور مچھلیوں کی آمدنی تقریبًا اکتیس ۳۱ کروڑ روپیہ ہے گویا سب ملاکر ۲۱۸۷ کروڑ روپیہ ہوا - مگر اس میں سے تقریبًا ۵۸ کروڑ روپیہ کا غلہ اور بیج ہر سال آئندہ سال کی کاشت کے لئے محفوظ کر دینا پڑتا ہے گویا (۲۱۲۹) کروڑ بچے دوسرے آمدنی کے ذرایع اخراجات کو منہا کرتے ہوئے اور اشیائے خام کی قیمتوں کو نکالتے ہوئے حسب ذیل ہیں -

(۱) بڑی بڑی صنعتیں اور بڑے بڑے کارخانوں کی آمدنی (۱۴۶) کروڑ -

(۲) دیہی صنعتیں ۴۰ کروڑ

(۳) معدنی آمدنی ۲۹ کروڑ

(۴) تعمیرات وغیرہ ۲۰ کروڑ

جملہ ۲۳۵ کروڑ

اس لحاظ سے زرعی اور صنعتی آمدنی (۲۳۶۴) کروڑ روپیہ ہوتی ہے
جو ہندوستان کے ۳۱ کروڑ ۰ ۹ لاکھ انسانوں پر اگر تقسیم کیجائے
تو سالانہ ۷۴ روپیہ اندازاً فی کس یا چھہ روپیہ سے کچھ زیادہ
ماہانہ کی آمدنی متعین ہوتی ہے کون اندازہ کرسکتا ہے کہ چھہ روپیہ
ماہانہ کی آمدنی میں یہہ انسان اپنی معمولی ضروریات زندگی کو بھی
اطمینان سے پورا کرسکے۔ کاش یہی چھہ روپیہ ملجاتے مگر آنکھیں
کھولئے تو معلوم ہوکہ اوپر کے ۲۳۶۴ کروڑ روپیوں میں سے ہم
فوجی اخراجات اور اسکی تنظیم کے لئے مختلف قسم کے ٹیکس اور درآمد
و برآمد پر محصول ادا کرتے ہیں اور ان اخراجات کے علاوہ۔

بیرونی سرمایہ کی ادائی	۵۰ کروڑ	روپیہ
سود	۶۰ کروڑ	"
جہازوں کے مصارف	۴۲ کروڑ	"
بنک کا کمیشن	۱۵ کروڑ	"
بیرونی کمپنیوں کا سالانہ منافعہ	۵۳ کروڑ	"

یہہ سب رقمیں ہم کو ادا کرنی پڑتی ہیں ظاہر ہے کہ ہم نے بیرونی ممالک سے کام کرنے والوں کو بلایا ہے۔ بیرونی جہاز راں کمپنیوں کو (کیونکہ ہمارے کوئی جہاز نہیں) مال کا کرایہ ادا شدنی ہوتا ہے بیرونی ممالک میں ہماری کوئی بنکنگ ایجنسیاں قائم نہیں اس لئے باہر کے بنک اپنا کمیشن لیتے ہیں۔ اور سب سے آخر میں ہمارے اکثر بڑے بڑے صنعتی کارخانے بیرونی سرمایہ اور محنت سے چل رہے ہیں اس لئے پورا منافعہ بھی بیرون ملک ہی کھچ کر چلا جاتا ہے۔

اس قلیل آمدنی کے اوسط کے باوجود اگر ہمارے نوجوان عیش پرستی میں مصروف رہیں اور بیکاری کو اپنا شعار بنالیں تو پھر حکومت کی ہر امداد اون کے لئے بے سود ہوگی۔

ہماری تعلیم کے نقائص ظاہر ہیں۔ ہماری بڑی بڑی ڈگریاں جب عملی زندگی میں جاکر بیکار ثابت ہو رہی ہیں تو کیا ہمارا یہہ فرض اولین نہیں ہے کہ ہم اپنے تعلیم کے طریقوں کو بدل ڈالیں

اور بجائے اس کے کہ بچوں کو وقت واحد میں ہر علم کے اصطلاحات رٹانے کی کوشش کیجائے اونکو عملی زندگی کے قابل بنانے کے لئے فوری صنعتی مدارس کا ہر محلہ میں قیام عمل میں آئے اور اگر محکمہ متعلقہ اپنے کو مجبور سمجھتا ہو تو ملک کے بہی خواہ ریاست کے خیر اندیش اس کام کو اپنے ہاتھہ میں لے لیں - اور اسطرح بچوں کی تربیت ہو کہ قوم پوری ایک نئی صورت اختیار کرلے -

ملکی مصنوعات سے عام ناواقفیت ہم کو بیرونی مصنوعات کے استعمال پر مجبور کردیتی ہے اور اس لحاظ سے ہم یقیناً معاشی کمیٹی کے شکرگزار ہیں کہ اونکی مستقل جد و جہد نے ملک کو "اپنی نوعیت کی کامیاب نمائش" کے ذریعہ اکثر مصنوعات سے روشناس کروایا جو ریاست کے مختلف حصوں میں پہیلی ہوئی تھیں - اور ہمارے نوجوانوں کو اس "نمائش کی بدولت بعض صنعتوں کے وجود کا پہلی مرتبہ علم ہوا" -

اس معاشی کمیٹی کے مقاصد کو روبہ عمل دیکھکر ہم کو بڑی مسرت

ہوتی ہے بریں ہم زیادہ مستعدی اور عجلت سے کام شروع کرنیکی ضرورت ہے۔

یہہ مسلم ہے کہ حیدرآباد ہندوستان کی سرزمین میں نہ صرف ایک بڑی دیسی ریاست ہونے کی وجہ بلکہ اپنی تاریخی۔ علمی اخلاقی اور معاشی خصوصیات کی بناء پر برطانوی ہند کے بڑے بڑے شہروں سے ایک گونہ سبقت لئے جاتا ہے۔ ہم کو اپنے تاریک دور میں اپنے ملک کی زرخیزیوں کے دیکھنے کا کم موقع ملا تھا۔ اب سلطان العلوم کے علم پرور عہد میں ہر ذرہ روشن ہوچکا ہے اور اب ہم کو اس کا فقط احساس ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے کہ ہمارے ملک کے جنگل پہاڑ۔ ندیاں۔ تالاب۔ نہریں۔ چٹیل میدان۔ نباتات جماد اور حیوان یہاں تک کہ اس سرزمین کی مٹی۔ یہہ سب چیزیں صنعت و حرفت کے اعتبار سے اپنے چھپے ہوئے خزانوں کو ہماری سعی و کاوش کے ساتھ باہر لانیکے لئے تیار ہیں۔ اور یہی سب چیزیں اگر ہم کوشش کریں تو ملک کو اعلیٰ درجہ کے صنعتی ممالک کی

فہرست میں لاکر کھڑا کرنے والی ہیں۔

ہماری لاپرواہیوں نے ہم کو اپنے ملک کے خزانوں سے غافل رکھا ہے اور چونکہ ہر انسان کے لئے احتیاج ہے اور ہر احتیاج کی تکمیل بھی ضروری ہے اس لئے ہم اپنے ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں مگر باہر سے مانگ کر درآں حالیکہ گھر میں اونکی تکمیل ممکن ہے تازہ ترین درآمد وبرآمد کے اعداد وشمار ہم کو سخت حیرت میں ڈال رہے ہیں کہ آخر اس تساہل کا کیا نتیجہ ہوگا۔

بیکاری میں عموماً مختلف فضول خرچی کی عادتیں کسی ایک ملک میں پیدا ہو جاتی ہیں ہماری اس آواز کی صداقت پر محکمہ کروڑگیری کی تازہ ترین رپورٹ گواہ ہے۔

قابل ملاحظہ ہے ہمارے تمباکو کا استعمال کہ باوجود ملک میں سگریٹ۔ بیڑی وغیرہ کے کارخانے پوری قوت سے اپنا کام کر رہے ہیں ہم نے باہر سے صرف گذشتہ ایک سال میں۔

٧٣٩٠٠٠ روپیہ کے سگریٹ

۹۳۵۰۰۰ روپیہ کے چٹے بڑیاں وغیرہ

۱۰۴۴۰۰۰ روپیہ کا خام تمباکو۔

جملہ ۲۷۱۵۰۰۰ روپیہ کے سگریٹ بیڑی چٹے وغیرہ استعمال کئے ہین - یہہ تہی ہماری تمباکو نوشی ۔

اب ملک کے پاندان کا خرچ ملاحظہ ہو۔

پان ۲۹۶۰۰۰ روپیہ

چھالیہ سپاری ۱۳۹۳۰۰۰ روپیہ

لونگ ۴۱۵۰۰۰ روپیہ

الائچی ۴۵۷۰۰۰ روپیہ

کتہ ۲۷۱۰۰۰ روپیہ

جملہ ۲۸۳۲۰۰۰ روپیہ ہمارے صرف پان کے لئے بیرون ملک جاتے ہیں - یہہ اگر مان بہی لیا جائے کہ انمیں کی بعض چیزیں ملک میں قطعاً دستیاب نہیں ہوتیں تو کیا یہہ لازم ہے کہ ہم پان کے استعمال پر مصر ہو کر سالانہ ساڑہے اٹہائیس لاکہہ روپیہ کے قریب

خرچ کرتے ہوئے اتنی بڑی رقم ملک سے باہر بھیج دیں؟
چاء خانوں کی زیادتی ہمارے چاء کے غیر معمولی کثیر استعمال
کی گواہ ہے اس کی درآمد بھی لایق ملاحظہ ہے۔
چاء ۱۰۹۳۰۰۰ روپیہ یہ صرف گذشتہ ایکسال کی درآمد ہے جو قابل غور ہے
شکر۔ ملک میں شکر کے کارخانہ کے قیام کے بعد اس میں کوئی شک
نہیں کہ اسکی درآمد ستہتر لاکھہ اکتالیس ہزار روپیہ سے اٹھاؤن لاکھہ چھتیس ہزار روپیہ
تک گھٹ گئی ہے یعنی تقریبًا انیس لاکھ پانچ ہزار روپیہ کی شکر یا
اس سے کچھ زیادہ ہی ملک میں بنائی گئی بریں ہم ملک کے کارخانہ
کو پوری قوت سے کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہہ تقریبًا ساڑھے
اٹھاؤن لاکھہ روپیہ ملک ہی میں محفوظ رہے۔
گڑھ۔ ۲۲۰۳۰۰۰ روپیہ کا استعمال کیا گیا۔
ملک میں صابن کے کارخانے موجود ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ
درجہ کا صابن تیار نہ ہوسکا اس لئے باہر سے۔ ۵۷۸۰۰۰ روپیہ کا
صابن درآمد کیا گیا۔

عطر اور خوشبودار تیل کے کارخانے اپنے مصنوعات کا بار بار اعلان کر رہے ہیں اور اُن میں سے بعض حکومت کے دار التجارب سے صداقت یافتہ ہیں پھر بھی ۲۸۳۰۰۰ روپیہ کے عطریات منگوائے گئے۔ سینما بینی کے شوق کی زیادتی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۳۶،۱۱۰۰۰ روپیہ کے فلمس درآمد کئے گئے۔

ہم یہہ سمجھتے تھے کہ خام اشیاء ملک سے باہر جاتی ہیں اور تیار کیجا پھر ہم کو واپس کر دی جاتی ہیں مگر یہہ دیکھکر کہ ہم بعض خام اشیاء بھی باہر سے منگواتے ہیں افسوس ہوتا ہے اس لئے کہ ذرا سی محنت اور توجہ سے یہہ چیزیں ہم یہیں حاصل کر سکتے ہیں جیسے

مصنوعی گھی	۶،۹۵۰۰۰	روپیہ
گیہوں اور آٹا	۱۱،۴۸۰۰۰	روپیہ
چنا	۸،۰۸۰۰۰	روپیہ
چاول اور دھان	۸۱،۵۹۰۰۰	روپیہ
مختلف اناج	۳۹،۷۴۰۰۰	روپیہ

ارنڈی	۱،۳۸۰۰۰	روپیہ
آلو	۱،۸۷۰۰۰	روپیہ
ناریل	۱۵،۱۸۰۰۰	روپیہ
کھوپرے کا تیل	۱۴،۸۸۰۰۰	روپیہ
کھال	۶۹۰۰۰	روپیہ
چمڑا	۱۴۲۰۰۰	روپیہ

یہہ ہیں وہ تمام اشیاء جو محکمہ جات متعلقہ کی تھوڑی تھوڑی کوششوں پر بھی ملک ہی میں دستیاب ہو سکتی ہیں مشنری - موٹر - موٹر سیکل سیکلیں وغیرہ یا اونکے پرزے پٹرول - گیاس کا تیل - کروڈ آیل وغیرہ ایسی چیزیں اگر باہر سے آرہی ہیں تو ہماری مجبوری ظاہر ہے مگر -

ٹمبر اور بمبو	۶،۴۲۰۰۰	روپیہ
لکڑی کا فرنیچر	۳،۲۸۰۰۰	״
بید اور بمبو کی بنی ہوئی اشیاء	۳۷۰۰۰	״

مرمر اور دوسرے صاف پتھر ۳۱۰۰۰ روپیہ

سیمنٹ چونا اور تعمیری دیگر اشیاء ۹۲۰۰۰ "

یا اسی قسم کی اور چیزیں باہر سے صرف فن تعمیر کے ذوق کی نمائش کے لئے منگوائی جائیں تو پھر۔

سعدی از دست خویشتن فریاد

کپڑا ضروریات زندگی میں داخل ہے اور ملک میں اس کے زیادہ سے زیادہ کارخانے ضروری تصور کئے جاتے ہیں یا وہ دور تھا کہ مؤرخ ہندوستانی کپڑے کی تعریف میں یہہ لکھنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ انسانی قوتیں دنیا میں کسی مقام پر ایسی صنعت نہیں پیدا کر سکی اور یہی کپڑا یونانیو کے پسند خاطر ہو کر رومۃ الکبریٰ کے بازاروں میں فروخت ہوا کرتا تھا آج ہم روئی بھیجتے ہیں کپڑا بنکر آتا ہے اور اپنے ہی ماضی کے کارنامو اس طرح یاد کر کے رہ جاتے ہیں جیسے یہہ کسی اور قوم کی باتیں ہیں۔

روداد چمن سنتے ہیں اسطرح قفس میں

جیسے کبھی آنکھوں سے گلستاں نہیں دیکھا

اب کی دفعہ ہم نے کپڑا مختلف قسم کا ریشمی - سوتی - سینے کا تاگا باہر سے تقریباً سب ملا کر ۲۹۶۶۰۰۰۰ روپیہ کا منگوایا اور تقریباً اس سے کچھ زیادہ قیمت کی روئی حیدرآباد سے باہر بھیجی گئی - مندرجہ بالا روپیوں کی تعداد میں اونی مصنوعات کی قیمتیں داخل نہیں ہیں - اور جتنے اعداد ہم نے پچھلے صفحوں میں لکھے اوس میں اون درآمد شدہ اشیاء کی قیمتیں نہیں بتلائی جا سکیں جو منجانب حکومت محصول سے مستثنیٰ ہیں -

ہندوستان کے صنعتی کمیشن کی رپورٹ آخر میں تبلاتی ہے کہ "جنگ کے زمانہ میں جب ہندوستان کے بحری تجارتی راستے بند ہوجائیں گے تو ہندوستان کی آہم صنعتیں ایک لخت بند ہوجائینگی اور ہندوستان کی باقاعدہ افواج کو خطرہ کا سامنا کرنا ہوگا - چونکہ یہاں کی صنعتیں باہر کے مشینوں اور کل پرزوں کی مرہون منت ہیں "

یہہ ہندوستان کا مجموعی حال ہے تو پھر حیدرآباد کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے - جب کہ یہاں چھوٹی چیزوں کے لئے بھی ہم پ

پر سے سامان کے اترنے کے منتظر رہتے ہیں ۔

وقت آچکا ہے کہ احساس کمتری کو ختم کر دیا جائے اور وہ قوتیں جو گذشتہ مسلسل بے کاری سے معطل ہوگئی ہیں ۔ اُن کو پھر روبکار لایا جائے ۔ حکومت اپنے مصنوعات کی حفاظت کے لئے چاہے جو راستہ اختیار کرے ملک کے نوجوان ریاست کے بہی خواہ ملت کے بزرگ اس وقت اعلیحضرت جلالتہ الملک شہر یار دکن کی تقلید کرتے ہوئے دیسی گھریلو صنعتوں کی مستقل سرپرستی فرماکر خود اپنے صنعتوں کی آپ حفاظت کریں تجارت کرنے والے قوم کے افراد ہر ضلع میں پورے ممالک محروسہ سرکار عالی کے صنعتوں کی ایک ایک مرکزی دوکان قایم کریں نمونہ کا تھوڑا تھوڑا مال منگوا لیا جائے اسطرح سے قلیل سرمایہ ابتدا میں صرف ہو اور علاوہ اس کے ہر ضلع کی دوکان مختلف صنعتوں کی ایجنسیاں ملک سے حاصل کرلے تاکہ مانگ کی زیادتی پر کارخانوں سے مال کی سربراہی ہو اور حسب معاہدہ مہینہ دو مہینہ یا تین مہینے کے بعد ہی رقم ادا ہو سکے ۔ اس کے علاوہ مستقر بلدہ میں

—

مختلف بڑے بڑے بازاروں میں تجارت کے خواہشمند نوجوان تمام مصنوعات کو نمونہ کیطور پر جمع کرکے خوشنما چھوٹی چھوٹی دوکانیں قایم کریں جہاں کے سامان کی زیادہ مانگ پر مال متعلقہ کارخانوں سے منگوا کر فوری دیا جاسکے۔

جن کے پاس سرمایہ کچھ زیادہ ہے وہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں بمبئی - مدراس - کلکتہ - دہلی - لکھنؤ وغیرہ میں حیدرآباد کی صنعتوں کا تجارت گھر قایم کریں - باہر یہاں کے مصنوعات کی بہت زیادہ مانگ ہے۔

یہہ ہندوستان کے تجارت گھر حیدرآباد کے مختلف کارخانوں سے ایجنسیاں حاصل کرسکتے ہیں - ہر ایسی دوکان جملہ موجودہ مصنوعات ملکی کی فہرست - کارخانوں کے پتے - اپنے پاس مہیا کرلے - اسوقت یہہ فہرست ڈائرکٹری کیصورت میں معاشی کمیٹی سے حاصل کیجاسکتی ہے۔

یہہ مختصر سا رسالہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے کوئی پہلی

کوشش نہیں ہولوی علی اشرف صاحب ایڈیٹر صبح دکن کی تالیف
موسومہ (حیدرآباد کی صنعتی سرگذشت) اور کلکتہ کی مشہور
صنعتی کتاب گھر کی انگریزی کتاب انڈین انڈسٹریز
حیدرآباد دکن کے مختلف محکمہ جات کی رپورٹیں - ہندوستان
کے صنعتی کمیشن کی رپورٹ وغیرہ غرض یہہ سب کتابیں
ہمارا ماخذ ہیں - یہہ ایک بنیادی رسالہ ہے اس کے بعد
ہم یہاں کی ہر صنعت کے متعلق ایک ایک رسالہ تجاویز اور
اُس کے امکانات ترقی کے ساتھہ ساتھہ ملک کے
نوجوانوں کی خدمت میں پیش کریں گے اس سلسلہ میں
بعض ایسی صنعتوں کا بھی ذکر کیا جائے گا جو اس وقت
یہاں نہیں ہیں مگر نہایت آسانی سے قلیل سرمایہ سے
شروع کیجا سکتی ہیں اور کثیر المنفعت ہیں - یہہ سلسلہ
ملک میں اگر صنعتی ذوق نہ بھی پیدا کر سکے تو نوجوانوں
کے لئے ایک معلومات کا ذخیرہ تو متصور کیا جا سکتا ہے

اور میں اُسی سے مطمئن ہوں فقط

رشید ترابی

۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ

ملکی مصنوعات کا استعمال ہم کو بیرونِ ملک کی
مصنوعات سے مستغنی کر دیگا
ہر انسان اپنی بود و باش کیلئے مکان چاہتا ہے
اور آج کل
طرزِ جدید کی عمارتوں کیلئے بہترین سمینٹ درکار ہے
چارمینار برانڈ سمنٹ
سارے ہندوستان میں اپنی آپ نظیر ہے
ملک کی عمارتوں کے لئے اسی ملک کی ساختہ سمنٹ
(استعمال فرمائیے)
خان بہادر احمد علاؤالدین اینڈ سنز سکندرآباد

ملک کی صنعتی ترقی کا راز اہل ملک کی سرپرستی میں مضمر ہے
دکن بٹن فیاکٹری
کی
مصنوعات ہلال و کوکب کے ساتھ سب سے ممیز ہیں
چاند تارہ کا نشان جسکی تجارتی خصوصیت ہے
انسانوں کیلئے لباس لازم ہے اور ہر لباس کیلئے دکن بٹن فیاکٹری
کی گنڈیاں موزونیت کے ساتھ ہر مقام پر مناسب قیمتوں سے
ملسکتی ہیں

قائم شدہ ۱۸۸۲

علاؤالدین اینڈ سنس سکندرآباد

کا

مشہور و معروف و مقبول عام خوش ذائقہ پاکیزہ سوڈا لیمن و شفاف برف

ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے

مولانا رشید ترابی کی تصانیف

مکنون مخفی — مطبوعہ سنہ ۱۳۴۵ھ

طب معصومین — مطبوعہ سنہ ۱۳۵۵ھ

جواب شکوہ — مطبوعہ سنہ ۱۳۵۵ھ

تکوین (اسلام وسائنس) مطبوعہ سنہ ۱۳۵۸ھ

مقدس قانون — مطبوعہ سنہ ۱۳۵۸ھ

حیدرآباد اور صنعت وحرفت مطبوعہ سنہ ۱۳۵۹ھ

بازار نور الامراء حیدرآباد دکن

(مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن)